اسلام نے تجرد کو ناپسندیدہ قرار دیا ہے

(فرمودہ ۲۲- مارچ ۱۹۴۰ء)

۲۲- مارچ ۱۹۴۰ء کو خطبہ جمعہ سے قبل حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے مسجد نور میں اپنی دو صاحبزادیوں امتہ الرشید بیگم صاحبہ اور امتہ العزیز بیگم صاحبہ کے نکاحوں کا ایک ایک ہزار روپیہ مہر پر اعلان فرمایا :[1]

خطبہ مسنونہ کی تلاوت کے بعد فرمایا :

خطبہ جمعہ شروع کرنے سے پہلے میں دو نکاحوں کا اعلان کرنا چاہتا ہوں مگر اس سے قبل میں منتظمین پر اظہار افسوس کرنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے عورتوں کے لئے پردہ وغیرہ کا کوئی انتظام نہیں کیا۔ وہ جانتے ہیں کہ ہماری عورتوں میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے کافی بیداری ہے اور وہ حتی الوسع کسی جلسہ یا خطبہ کے موقع کو جانے نہیں دیتیں ایسی صورت میں ان کے لئے انتظامات کو فراموش کردینا بہت ہی افسوس کی بات ہے۔ وہ اپنے اخلاص اور جوش کی وجہ سے موقع کو چھوڑ بھی نہیں سکتیں اور انتظام نہ ہونے کی وجہ سے تکلیف اٹھاتی ہیں اور یوں بھی جماعت احمدیہ کی معزز مستورات کے بیٹھنے کے لئے مناسب انتظام کا نہ ہونا اپنوں اور پراؤں کے سامنے شرمندگی کا موجب ہے۔ ہماری جماعت پچاس سال سے قائم ہے اور اس عرصہ میں پچاسوں ہی مرتبہ اس بات کا تجربہ ہو چکا ہے مگر پھر بھی اس کو بھول جانا میری سمجھ اور عقل سے باہر ہے۔ یوں تو ہماری مستورات ہر جمعہ میں آتی ہیں مگر بالخصوص جب جلسہ ہو تو اس موقع پر تو ضرور ہی پہنچتی ہیں اس لئے اس موقع پر اگر اور نہیں تو سامنے کی طرف ہی قناتیں لگا دینی چاہئیں تھیں تا

وہ سامنے کی طرف سے تو کھلی نظر نہ آئیں۔

اس کے بعد میں نکاح کے خطبہ کی طرف توجہ کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کے لئے شادی کی ضرورت کو نہ صرف تسلیم کیا ہے بلکہ اس کو ضروری قرار دیا ہے۔ اسلام اور دوسرے مذاہب میں یہ فرق ہے کہ قریباً قریباً دوسرے تمام مذاہب میں کم از کم تجرد کو نکاح پر فضیلت ضرور دی گئی ہے۔ بعض نے تو نکاح کو ایک قسم کا گناہ قرار دیا ہے اور بعض نے تجرد کو بڑی نیکی اور بعض نے تجرد کو نکاح کی نسبت زیادہ اچھا بتایا ہے اور دنیا میں صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے اصولی طور پر نکاح کو جزو دین قرار دیتے ہوئے تجرد کو دین کے خلاف قرار دیا ہے۔ سب سے زیادہ باقاعدگی کے ساتھ تجرد کی صورت عیسائیوں میں ہے اور بدھوں میں بھی ان سے ملتی جلتی ہے۔ ان دونوں مذاہب میں تجرد کو قائم رکھنے کے لئے منظم صورتیں موجود ہیں، ہندوؤں میں بھی سادھوؤں وغیرہ کا سسٹم ہے جو مرد بھی ہوتے ہیں اور عورتیں بھی مگران کے لئے کوئی باقاعدہ نظام ان میں نہیں۔ عیسائیوں اور بدھوں میں باقاعدہ نظام کے ماتحت ان کے لئے ادارے وغیرہ بنے ہوئے ہوتے ہیں اور جو لوگ اپنی زندگیوں کو وقف کریں وہ وہاں جمع ہوتے رہتے ہیں اور ان کے لئے حکم ہوتا ہے کہ شادی نہ کریں اور اسے گویا اعلیٰ درجہ کی نیکی سمجھا جاتا ہے۔ یہود میں بھی تجرد کو ترجیح دی گئی ہے اور جیسا کہ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے ان میں بھی ایسے وقف ہوا کرتے تھے۔ حضرت مریم کو ابتداء میں وقف کیا گیا تھا گو بعد میں اللہ تعالیٰ کے منشاء کے ماتحت تجرد توڑ دیا گیا تو یہود میں بھی اس کا رواج تھا۔ عیسائیوں میں MONK HOUSES ہوتے ہیں جہاں ایسے مرد عورت جمع رہتے ہیں۔ یہود میں کوئی ایسا طریق تو نہ تھا مگر آخری زمانہ میں بہرحال تجرد کو نکاح پر ترجیح دی جاتی تھی اور ان میں جن لوگوں نے ایسا کیا ان کے متعلق تعریفی کلمات پائے جاتے ہیں اور سمجھا جاتا ہے کہ وہ اچھے لوگ تھے اور نیک تھے۔ عورتوں کو بھی وقف کیا جاتا تھا اور اسے نیکی سمجھا جاتا تھا۔ دنیا میں یہی بڑے بڑے مذاہب ہیں، عیسائی، ہندو، بدھ اور یہودی اور ان سب میں تجرد کو ترجیح حاصل ہے۔ ان سے نیچے اتر کر زرتشتی مذہب ہے اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں ان میں تجرد کی مثالیں یوں تو موجود نہیں مگر تجرد کو ترجیح ان میں بھی ہے۔ جیسے ان کے قبرستانوں میں کام کرنے والے مجرد ہوتے ہیں اور یہ ان کے نیک ہونے کا ثبوت سمجھا جاتا ہے جس کے معنے یہ ہیں کہ ان میں تجرد کو نیکی سمجھا گیا ہے۔ مگر اسلام کی تعلیم ان سب کے خلاف یہ ہے کہ شادی ضروری ہے اور

شادی نہ کرنے کی مخالفت کی گئی ہے۔ گویا دونوں شقیں صرف اسلام نے ہی اختیار کی ہیں یعنی تجرد کو ناپسند اور برا قرار دیا ہے اور شادی کو نہ صرف پسندیدہ بلکہ ضروری بتایا ہے اور رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص تجرد کی حالت میں فوت ہو وہ بطال ہے گویا اس نے اپنی عمر ضائع کردی اور اس کی پیدائش کا جو منشاء تھا اسے اس نے پورا نہیں کیا۔

اصل بات یہی ہے کہ انسان اور حیوان میں فرق یہ ہے کہ حیوان چونکہ عارضی زندگی کے لئے ہے اس لئے اس کی شادی یا بیاہ کا سوال ہی نہیں مگر انسان کو چونکہ اللہ تعالیٰ نے مستقل زندگی دی ہے اور یہ مستقل زندگی مستقل قیام بھی چاہتی ہے اور اس سے چاہا گیا ہے کہ وہ نیکی کو دنیا میں قائم رکھے۔ اللہ تعالیٰ بھی اسے اپنی ربوبیت کی چادر اوڑھا دیتا ہے اور کسی چیز کے متعلق یہ نہیں کہ وہ ہمیشہ قائم رہے نہ زمین کے متعلق یہ بات ہے اور نہ آسمان کے متعلق اگر کسی کے لئے ہے تو صرف انسان کے لئے جس کے یہ معنی ہیں کہ انسان میں اپنی ذات میں کوئی ایسی خوبی رکھی گئی ہے کہ جو ہمیشہ رکھے جانے کے قابل ہے اور جب یہ صورت ہو تو اسے اس دنیا میں فنا ہونے کی اجازت کیونکر دی جاسکتی ہے۔ اگر یہ صحیح ہے کہ مرنے کے بعد بھی زندگی ہے تو اس کا منطقی نتیجہ یہ ہے کہ دنیا میں بھی اس کی نسل قائم رہنی چاہئے۔ دنیا میں کوئی معمولی عقل و سمجھ کا انسان بھی ایسا نہیں کرتا کہ عمدہ غلہ کو ضائع کردے، اعلیٰ بیج تو نہ رہنے دے سڑا گلا ہوا رکھ لے۔ یا جانوروں مثلاً گھوڑے، بھیڑ، بکری وغیرہ کے تندرست بچے تو ضائع کردے اور جو ناقص ہوں انہیں رہنے دے۔ ہمیشہ اچھی نسل کو قائم رکھا جاتا ہے اور اگر یہ صحیح ہے کہ دنیا کی مخلوق میں سے بہترین انسان ہے، اگر یہ صحیح ہے کہ انسانوں میں سے بھی بعض بہتر ہوتے ہیں تو یہ بھی ضروری ہے کہ انسان کے مرنے کے بعد اس کی نسل بھی باقی رہے اور یہ کہ جو انسانوں میں اعلیٰ ہو اس کی نسل کا باقی رہنا دوسرے انسانوں سے بھی زیادہ ضروری ہے۔ تمام مذاہب یعنی ہندو، بدھ، عیسائی اور زرتشتی سب مانتے ہیں گو بدھوں میں کچھ اختلاف بھی ہے مگر زیادہ تر میلان اسی طرف ہے کہ مرنے کے بعد روح کا قیام رہتا ہے۔ تناسخ کے عقیدہ کی بنیاد ہی اس صورت میں قائم رہ سکتی ہے کہ روح کے قیام کو تسلیم کیا جائے۔ گویا انسان کے مرنے کے بعد روح کے زندہ رہنے اور ترقی کرنے پر سب مذاہب کا اتفاق ہے جس کے معنے یہ ہوئے کہ یہ بہترین چیز ہے اور ایسی چیز کو دنیا سے فنا ہونے سے بچانا ضروری ہے۔ اور ظاہر ہے کہ تجرد اسے فنا کرنے والی بات ہے۔ اگر تجرد اچھی چیز ہے تو اسے زیادہ سے زیادہ لوگوں میں قائم کرنا چاہئے

مگر ایسا کرنے کا نتیجہ ظاہر ہے یعنی نسل انسانی مٹ جاوے گی یا متقی نیک اور پاکباز لوگ دنیا میں بے نسل رہ جائیں گے اور ہمیشہ گندے لوگوں سے ہی نسل چلے گی۔ پس اگر شادی بری چیز ہے اور نیک وہ ہے جو شادی نہ کرے تو نیکوں کی نسل کا دنیا سے خاتمہ ہو جائے گا اور صرف بدوں کی نسل باقی رہ جائے گی اور اگر تجرد اچھی چیز ہے تو ماننا پڑے گا کہ انسان قائم رکھے جانے کے قابل نہیں اور اگر اس دنیا میں رکھے جانے کے قابل نہیں تو پھر اگلے جہان میں اس کے زندہ رکھنے میں کوئی حکمت ہی باقی نہیں رہتی۔ اور اگر اعلیٰ اور بہتر انسان اسے مانا جائے جو شادی نہ کرے تو اس کا یہ مطلب ہو گا کہ دنیا میں گھٹیا درجہ کے لوگوں کی نسل قائم رہے اور نیک لوگوں کی فنا ہو جائے حالانکہ ایسا تو عام دنیا دار لوگ بھی نہیں کرتے۔ دنیوی حکومتیں بھی ایسے انتظامات کرتی ہیں کہ سانڈ وغیرہ اچھی نسل کے رکھے جائیں تا عمدہ جانور مہیا ہو سکیں ردی اور بیمار جانوروں کی نسل کو محفوظ نہیں رکھا جاتا بلکہ نسل کشی کے لئے اعلیٰ درجہ کے سانڈ رکھے جاتے ہیں۔ اسی طرح بیج وغیرہ بھی اعلیٰ قسم کے رکھے جاتے ہیں ادنیٰ نہیں۔ پھر یہ کس طرح ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کا منشاء یہ ہو کہ نیک لوگ تو دنیا سے مٹ جائیں اور بروں کی نسل جاری رہے۔ انسان کے لئے جو مذہب تجرد کو بہتر قرار دیتا ہے وہ گویا یہ چاہتا ہے کہ دنیا میں نسل ادنیٰ درجہ کے لوگوں سے چلائی جائے صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو تجرد کے خلاف اور جس نے شادی کو ضروری قرار دیا ہے اور یہ اسلام کی ایک بہت بڑی فضیلت دوسرے ادیان پر ہے اور یہ نہایت درجہ کا فلسفہ ہے جس پر مسلمانوں نے بھی غور نہیں کیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے نسل انسانی کو ایسا اہم قرار دیا ہے اور انسان کی ذات میں بہت خوبیاں رکھی ہیں تو تجرد اختیار کرنے یا اس کی حوصلہ افزائی کرنے کے یہ معنی ہوں گے کہ ان خوبیوں کو دنیا سے ضائع کر دیا جائے حالانکہ انسان کا یہ فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ودیعت کردہ خوبیوں کو دنیا میں نمایاں کرنے کا سامان کرے اور بہتر سامان کرے اس لئے ہمارا فرض ہے کہ اس چیز کو قائم رکھنے کی کوشش کریں جس کے لئے نسل انسانی کو پیدا کیا گیا ہے۔ جب ہم ایک طرف تسلیم کرتے ہیں کہ بیج عمدہ ہونا چاہئے تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ دوسری طرف وہ احتیاطیں نہ برتیں جن سے بہتر غلہ پیدا ہو سکے۔ اس لئے ایک طرف تو شادی ضروری ہے اور دوسری طرف شادی کرتے وقت اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ جوڑا عمدہ ہو اور تعلق ایسا ہو جو دین و دنیا دونوں لحاظ سے اچھا ہو۔ بے جوڑ شادیوں کے نتائج ہمیشہ برے نکلتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو جوڑ لگائے ہیں دیکھو ان میں

کیسی خوبصورتی ہے۔ خدا تعالیٰ کی بنائی ہوئی چیزوں کو دیکھو وہ اگر پراگندہ ہوں تو بھی ان میں ایک حسن نظر آئے گا۔ دریا نہروں کی طرح باقاعدگی کے ساتھ بنائے نہیں جاتے مگر ان پر جاکر طبیعت پر جو خوش کن اثر ہوتا ہے وہ نہروں پر جانے سے نہیں ہوتا۔ پہاڑ کسی انسانی قاعدہ کے مطابق بنے ہوئے نہیں ہوتے مگر پہاڑ کے نظاروں کو دیکھ کر جو فرحت حاصل ہوتی ہے وہ لارنس گارڈن کو دیکھ کر نہیں ہوتی۔ کتنے لوگ ہیں جو لارنس گارڈن دیکھنے کے لئے جاتے ہیں اور کتنے ہیں جو پہاڑوں پر جاتے ہیں۔ دراصل بات یہ ہے کہ پہاڑوں کی وسعت اور ان کے بے ڈول ہونے میں بھی ایک تناسب قدرت نے رکھا ہے اور یہ تناسب قدرت کی ہر چیز میں ہے اور اس میں یہ سبق سکھایا گیا ہے کہ ہم بھی اپنے کاموں میں اسے مدنظر رکھیں۔ اس لئے نکاح کرتے وقت وہ اصول مدنظر رکھنے ضروری ہیں جو اسے دین اور دنیا دونوں لحاظ سے زیادہ سے زیادہ ترقیات کا موجب بناسکیں۔

چونکہ اس کے بعد مجھے جمعہ کا خطبہ بھی پڑھنا ہے اس لئے خطبہ کو اس حد تک رکھتا ہوں اور یہ اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ اس وقت میری لڑکیوں امۃ الرشید بیگم اور امۃ العزیز بیگم کے نکاح ہیں امۃ الرشید کا نکاح میاں عبدالرحیم احمد صاحب کے ساتھ تجویز ہوا ہے ان کا پہلا نام عبدالرب تھا مگر ایک مصلحت اور خواب کی بناء پر اب ان کا نام عبدالرحیم رکھدیا گیا ہے اور چونکہ ان کے والد کا نام علی احمد ہے اس لحاظ سے احمد بھی ساتھ لگا دیا گیا ہے۔ اس کے متعلق میں نے جس خواب کا ذکر کیا ہے وہ یہ ہے کہ جب میں اس رشتہ کے متعلق استخارہ کر رہا تھا تو میں نے خواب دیکھا کہ مدرسہ احمدیہ کے صحن میں ایک بہت بڑی دعوت کا انتظام ہو رہا ہے اس میں بہت سے لوگ شریک ہیں میز کرسیاں اور بنچ پڑے ہیں صدر کی جگہ میں بیٹھا ہوں اور کچھ لوگ اور بھی میرے ساتھ ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول بھی دعوت میں شریک ہیں اور اس دعوت میں جو سرو (Serve) (خدمت) کرنے والا ہے معلوم نہیں وہ کس حکمت سے بھائی عبدالرحیم صاحب معلوم ہوتے ہیں۔ یوں تو بھائی صاحب اب بہت ضعیف ہیں نظر بھی کچھ کمزور ہو چکی ہے مگر اس وقت وہ بالکل جوان معلوم ہوتے ہیں عمر چوبیس سال کی ہے۔ حضرت خلیفہ اول مجھے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں میاں دیکھو تو یہ کیسا نوجوان ہے میں حیران ہوتا ہوں کہ یہ تو قریباً ۶۵ سال کی عمر کے بوڑھے تھے مگر اب کیسے جوان ہیں۔

میں نے اس خواب کی تعبیر یہی سمجھی کہ حضرت خلیفہ اول چونکہ میری اس لڑکی کے نانا ہیں

اس لئے ان کے دکھائے جانے کے یہ معنے ہیں کہ ان کے نزدیک بھی یہ رشتہ پسندیدہ ہے بھائی عبدالرحیم صاحب کا جوان نظر آنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ چونکہ میاں عبدالرحیم احمد صاحب کی صحت کمزور ہے، دبلے پتلے ہیں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ وہ چاہے تو ان کی جسمانی صحت کو مضبوط کردے گا۔ میرے نزدیک تو یہی دیکھنا چاہئے کہ لڑکا نیک اور دیندار ہو۔ بڑی دعوت کے دکھائے جانے کے یہ معنے ہیں کہ اس لڑکے کے والدین غریب ہیں والد چونکہ بیمار ہیں اس لئے گزارہ کی کوئی ایسی صورت نہیں میں نے خیال کیا کہ دعوت سے اللہ تعالیٰ نے یہ اشارہ کیا ہے کہ رزق کی کشائش اس کے ہاتھ میں ہے وہ اگر چاہے تو غریبوں کو بھی امیر کر سکتا ہے اور چاہے تو امیروں کی دولت بھی چھین سکتا ہے۔

بعض دوستوں نے جن سے میں نے مشورہ کیا یہ تحریک کی تھی کہ ان کا نام عبدالرب تبدیل کردیا جائے اور خواب کے مطابق عبدالرحیم رکھ دیا جائے چنانچہ میں نے ان کا نام عبدالرحیم احمد رکھ دیا ہے۔ یہ رشتہ گو ہمارے خاندان سے باہر ہے مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد بڑھے گی تو آخر رشتے خاندان سے باہر بھی کرنے پڑیں گے۔ میری یہ لڑکی امتہ الرشید بیگم مرحومہ امتہ الحی کی لڑکی ہے اس کی بڑی بہن کا رشتہ گزشتہ سال میاں مظفر احمد صاحب کے ساتھ ہو چکا ہے۔

دوسری لڑکی امتہ العزیز کا نکاح میاں حمید احمد صاحب کے ساتھ طے پایا ہے وہ میرے بھتیجے اور مرزا بشیر احمد صاحب کے لڑکے ہیں۔ ایک ایک ہزار روپیہ دونوں کا مہر ہے۔ میاں عبدالرحیم احمد صاحب پروفیسر علی احمد صاحب بھاگلپوری کے لڑکے ہیں اور میری مرحومہ بیوی سارہ بیگم صاحبہ کے رشتہ دار ہیں۔

اس ضمن میں ایک لطیفہ مجھے یاد آگیا۔ بعض باتیں ہوتی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی بعض عجیب حکمتیں ہوتی ہیں شروع شروع میں جب میاں عبدالرحیم احمد قادیان آئے تو بہت چھوٹے تھے ان کے ساتھ ایک اور چھوٹا سا لڑکا بھی تھا جب یہ دونوں ان سے ملنے کے لئے آئے تو میں مرحومہ سارہ بیگم صاحبہ کے کمرہ میں تھا اور اس وقت ان کے ساتھ یہی گفتگو کر رہا تھا کہ بہار کے لوگ اردو صحیح نہیں بول سکتے بلکہ الفاظ آگے پیچھے کردیتے ہیں۔ اس سے چند روز پہلے چودھری شمشاد علی صاحب مرحوم یہاں آئے تھے اور میں ذکر کر رہا تھا کہ انہوں نے اس زبان کے تغیر کے کئی واقعات سنائے تھے۔ غرض میں سارہ بیگم صاحبہ مرحومہ سے کہہ رہا تھا کہ بہار کی

اردو دلی کی اردو سے بہت مختلف ہے اور وہ کہہ رہی تھیں کہ یہ بات نہیں دیہات کے لوگ اس طرح بولتے ہیں شہروں کے اور بالخصوص تعلیم یافتہ لوگ ایسا نہیں کرتے۔ یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ یہ دونوں بچے آگئے انہوں نے ہنس کر کہا کہ یہ رشتہ میں میرے دادا ہوتے ہیں مگر یہ بات آہستہ سے کی اس لئے میں سمجھ نہ سکا کہ ان دونوں میں سے رشتہ میں دادا کس سے متعلق کہا گیا ہے یہ دونوں تھوڑی دیر ٹھہر کر چلے گئے۔ میاں عبدالرحیم احمد صاحب پہلے واپس ہوئے اور دوسرا لڑکا ان کے ذرا پیچھے تھا کہ میں نے آہستہ سے پوچھا کہ دادا ان میں سے کون سا لڑکا ہے یہ بات اس دوسرے لڑکے نے سن لی اور کہا کہ "وہی تو تھے جو گئے چلے" میں نے سارہ بیگم صاحبہ مرحومہ سے کہا کہ دیکھ لو میری بات کی سند مل گئی۔

اپنے رشتہ داروں سے تعلقات بڑھانے کا شوق ہر انسان کو ہوتا ہے اتفاق کی بات ہے کہ سارہ بیگم مرحومہ نے کہیں میاں عبدالرحیم صاحب سے کہا کہ تم شوق اور کوشش سے پڑھو، اگر تم تعلیم میں ترقی کرو گے تو میں کوشش کروں گی کہ امتہ القیوم بیگم اور امتہ الرشید بیگم میں سے کسی کے ساتھ تمہارا نکاح ہو جائے۔ اور یہ عجیب اتفاق کی بات ہے کہ ان کی بات جو اس وقت شاید محض ہنسی میں کہی گئی تھی آج پوری ہو رہی ہے اور آج میں اپنی لڑکی امتہ الرشید بیگم کے ساتھ ان کے نکاح کا اعلان کر رہا ہوں یہ علی گڑھ میں ایم۔ اے میں پڑھتے ہیں۔

(اس کے بعد حضور نے ایجاب و قبول کرایا۔ میاں حمید احمد صاحب اٹھے تو ان کے گلے میں پھولوں کے بہت سے ہار تھے مگر میاں عبدالرحیم احمد صاحب کے گلے میں کوئی نہ تھا حضور نے میاں حمید احمد صاحب کو مخاطب کر کے بزبان پنجابی فرمایا کہ میاں عبدالرحیم احمد کے گلے میں بھی ہار ڈال دو ان کے یہاں کوئی رشتہ دار نہیں ہیں جو ان کو بھی ہار ڈالتے اس فقرہ کا سننے والوں پر بہت اثر ہوا۔ میاں حمید احمد صاحب نے اپنے ہار ان کے گلے میں ڈال دیئے اور بعض دوسرے احباب نے بھی ڈالے۔)

(الفضل ۱۴۔ فروری ۱۹۴۱ء صفحہ ۱ تا ۳)

ا‎ے الفضل ۲۴۔ مارچ ۱۹۴۰ء صفحہ ۱